OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com DOI: **10.5281/zenodo.10513134**

وجوبِ نفقہ کے اسباب و شرائط سے متعلق فقہی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Jurisprudential Opinions Regarding the Causes and Conditions of Obligation of Nafaqa

Dr. Tanveer Akhtar
Assistant Professor, National College of Bussines Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.
Email: t.akhtar1433@gmail.com

Arslan Shabbeer
Ph.D Scholar, National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.
Email: arslanshabir445@gmail.com

Shan Muhammad
Ph.D Scholar, National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.
Email: shanmangla2@gmail.com

Received on: 08-07-2023 Accepted on: 10-08-2023

Abstract

Nafaqa is a compound word used in Urdu language which means expenses, accommodation and food. Islam clearly defines the rights of brotherhood among Muslims, rights over each other's property, between rich and poor, between parents and children, between husband and wife, social, social and economic rights.In order for women to be relieved of social responsibilities, they have been declared the responsibility of men, for example, the upbringing of a minor girl is the responsibility of her parents, after marriage, a woman is the responsibility of her husband. In this sense, there are three reasons why women's maintenance is obligatory: The first reason is marriage. In the case of marriage, the obligation of alimony is conditioned on the woman's keeping or living with her husband, and in this case the husband will be responsible for the wife's bread and alimony, but if the woman does not live with her husband, then the marriage is void. It makes sense. The second reason is kinship and kinship matters, in which the responsibility of the children as children and protection of the lineage is obligatory on the parents, while the young children are obliged to serve their parents as a duty, and on the wealthy, other poor and Helping poor people and relatives as charity and charity is obligatory for social relations. The third reason is ownership. And this reason is extinct in today's modern age. The above three reasons show that the responsibility of women's livelihood is on her husband in marriage, on her parents from childhood to adulthood, the responsibility of destitute women is on their parents, relatives, community and the government. is on.In Islam, since the responsibility of the wife's maintenance is imposed on the man,

it is necessary to fully manage the wife's maintenance before going away from home for Jihad, Tabligh or any religious or worldly affairs. And go after it.

Kaywords: Jurisprudential, Nafaqa, Accommodation, Food, Rights, Property, Children, Parents, Marriage, Woman, Husband.

تمہید

انسان اپنی ذات کا خود ذمہ دار ہے، تمام تر اپنی بشری ضرورتوں اور حاجتوں کا پورا کرنا خود اپنے آپ پر لازم ہیں جب تک کہ انسان ان ضرورتوں کے پورا کرنے پر قادر ہو۔ لیکن اگر آدمی اپنی ذاتی ضروریات پورا کرنے سے کلی طور پر یا جزوی طور پر عاجز ہو جائے تو شریعت دوسرے انسانوں پر ان عاجز افراد کی مدد اور تعاون کو لازم قرار دیتی ہے، تاہم اس تعاون کے وجوب کی ابتداء قریب ترین ترشتہ دار سے کیا جاتا ہے الاقرب فالاقرب کے اصول کے تحت۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو سب سے پہلے ان کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے، کیونکہ اکثر ان کا باہم میل جول ہوتا ہے، انسان کا یہ خاندان گویا کہ ایک مختصر معاشرہ ہوتا ہے۔ ان میں باہم تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور مادی و معنوی دونوں اعتبار سے باہم ہمدردی اور تعاون کا رشتہ گہرا ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے اسلام کا نظام نفقات مشروع ہوا، جن کی رو سے ایک عاجز انسان کا نفقہ اس کے خاندان اور قریبی رشتہ داروں پر عائد ہوتا ہے، اور یہ دینی اور واجبی حق ہے حتی کہ بوقت مطالبہ قاضی بھی اس حق کا نفاذ کر سکتا ہے۔

نفقہ کے لغوی معنی

لفظ النّفقہ: لفظ الانفاق کا اسم ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو خرچ کی جاسکے چاہے وہ دراہم، روپیہ یا خوراک ہو۔

نفقہ کی اصطلاحی تعریف

نفقہ سے مراد بغیر کسی حد سے تجاوز کے، بقدرِ کفایت روزی جنہیں عام طور پر انسان استعمال میں لاتے ہیں۔ (1)

اس تعریف میں ذکر کردہ الفاظ ما بہ قوام معتاد حال الآدمی: کہ وہ روزی بقدر کفایت ہونے کے ساتھ ایسی ہو جنہیں عام طور پر لوگ استعمال کرتے ہوں۔ اس جملہ سے وہ تمام چیزیں نکل گئیں جنہیں یا تو انسان کھاتے ہی نہ ہوں، جیسے بھوسہ جو جانور کھاتے ہیں۔ یا جنہیں لوگ عام طور پر استعمال نہیں کرتے جیسے مٹھائیاں وغیرہ یہ بھی شرعی نفقہ میں شامل نہیں ہوں گی، جو چیز اسراف اور فضول خرچی میں شامل ہو گی وہ شرعاً نفقہ میں شمار نہیں ہو گی۔ بقدر کفایت روزی میں ہر وہ چیز شامل ہے جسے انسان اپنے اہل پر عام طور پر خرچ کرتا ہے جیسے روٹی سالن کپڑے رہائش پانی کا خرچ، پردے، کنگھا، بستر وغیرہ

نفقہ کی مذکورہ تعریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں

ا۔ نفقہ سے مراد خاص وہ چیزیں ہیں جو انسان اپنی بقاء اور حفاظت کے لیے اپنے اوپر خرچ کرتا ہے نا کہ وہ چیزیں جو چوپایوں اور حیوانوں کے استعمال میں آتی ہیں۔

۲۔ نفقہ کی مقدار کم از کم اتنا ہونی چاہیے جس سے سیری اور کفایت بھی حاصل ہو اور بغیر کسی اسراف اور زیادتی کے عام لوگ عادتاً استعمال کرتے ہوں.

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد بھی سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔[2]

بعض مفسرین نے عفو کی تفسیر میں فرمایا:

اس سے وہ درمیانی خرچ مراد ہے جس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو واضح رہے یہاں قریبی رشتہ دار کے لیے نفقہ کی جو مقدار متعین کی گئی ہے وہ اتنی ہونی چاہئے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے کیونکہ انسان کی ضرورت کا لحاظ کیا گیا تو کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے جو اس کی ضرورت کو پورا کر سکے یہی وجہ ہے کہ اگر بعض اوقات دعوت وغیرہ کی وجہ سے اسے نفقہ کی ضرورت نہ رہے تو اس وقت نفقہ واجب نہیں ہو گا۔

اسی طرح نفقہ میں انسان کی عمر، اس کی پرہیزگاری، تقویٰ اور رغبت و ضرورت کا لحاظ بھی کیا جائے گا لہذا دودھ پیتے بچے کے لیے اتنا خرچہ کافی ہو گا جس سے دو سالوں میں اسے دودھ پلایا جا سکے اسی طرح دو سال سے زائد عمر کا بچہ اور عمر رسیدہ بزرگ کا نفقہ ان کی حالت کے مطابق واجب ہو گا۔

البتہ نفقہ کی تعیین میں نہ تو ضرورت سے زیادہ کسی مقدار کی شرط ہے اور نہ ہی اتنا قلیل کے جس سے ضرورت بھی پوری نہ ہو سکے بلکہ اتنا دینا ہو گا جس سے اس کے اندر استغنا اور خودداری پیدا ہو اور وہ بغیر کسی پریشانی زندگی گزار سکے۔

نفقہ کے حصول کی صورتیں

نفقہ کے حصول کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ تمکین

۲۔ تملیک

۱۔ تمکین

اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص پر کسی آدمی کا نفقہ اور خرچہ واجب ہے اسے چاہیے کہ اس کو اپنے ساتھ ایک گھر میں ٹھہرائے تاکہ اس کے کھانے پینے پہننے اور رہائش جیسی بنیادی انسانی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہو سکے اور قریبی محتاج رشتہ دار اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں کسی قسم کے حرج اور تنگی سے بچ جائے۔

۲۔ تملیک

اس سے مراد یہ ہے کہ جس کا خرچہ آدمی پر واجب ہے اسے اتنی مقدار میں نقد رقم، کھانا، غلہ، پانی، کپڑے اور بستر وغیرہ اجناس مہیا کر دیں

جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

ایسا قریبی رشتہ دار جن کو اس کا نفقہ مختلف اجناس کی شکل میں دیا جاتا ہے عام طور پر وہ خرچ کرنے والے کے ساتھ ایک مکان میں نہیں رہتے لیکن جو ضرورت مند شخص خرچ کرنے والے کے ساتھ رہتے ہیں تو انہیں نفقہ بطور تمکین حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اسی رہائشی مکان میں انہیں ان کی ضرورت کی اشیاء مل جاتی ہیں۔

نفقہ واجب کرنے والی قرابت کی وضاحت

تعریف الاقارب

لغتہً اقارب قریب کی جمع ہے باب کرم سے اس سے مراد ہے رشتہ داری۔

اقارب سے مراد آدمی کے اپنے خاندان میں سے قریب ترین لوگ مراد ہوتے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (3)

بعض مفسرین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ صفاء پہاڑ پر چڑھ گئے اور اپنے قریب ترین قبائل میں سے ہر ایک کا نام لے کر بلایا اور فرمایا:

اے بنو عبد مطلب، اے بنو ہاشم، اے بنو عبد مناف اللہ تعالیٰ کے معاملے میں میں تمہارے بارے میں کچھ بھی کرنے پر قادر نہیں، البتہ تم میرے مال کے بارے میں جو چاہو مانگ سکتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ اقارب سے مراد نسبی رشتہ دار ہیں جو محرم ہوں۔

قرابت کی اصلاً دو قسمیں ہیں:

۱۔ قرابۃ الولادۃ: یعنی ایسی رشتہ داری جن کے درمیان تعلق ولادت کا ہو۔

۲۔ قرابۃ غیر الولادۃ: یعنی ایسی رشتہ داری جو ولادت کی بنیاد پر نہ ہو۔

پھر قرابت بغیر الولادۃ کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ایسی قرابت اور رشتہ داری جس کی وجہ سے آپس میں نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ جیسے بہن بھائی، چچے، خالائیں وغیرہ۔

۲۔ وہ قرابت جس کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہوتا، جیسے چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد وغیرہ۔

وجوبِ نفقہ کے اسباب

تین اسباب ایسے ہیں جو وجوبِ نفقہ کا سبب بنتے ہیں۔

۱۔ زوجیۃ صحیحہ، یعنی میاں بیوی کا وہ رشتہ جو شرعاً درست ہو۔ ۲۔ ملک ۳۔ قرابت

ان میں سے پہلے دو سبب ایسے ہیں جن میں نفقہ ایک جانب سے واجب ہوتا ہے، یعنی خاوند پر اس کی بیوی کا نفقہ نہ کہ برعکس، اسی طرح مالک پر

اپنے غلام کا نفقہ نہ کہ برعکس۔البتہ تیسری چیز ایسی ہے جو جانبین سے نفقہ کے وجوب کا سبب بنتی ہیں۔

وجوب نفقہ کا سبب بننے والی قرابت کی حدود

اس میں تو فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں کہ بعض رشتہ داروں کا نفقہ دوسرے بعض پر واجب ہوتا ہے جب وجوب کی شرائط پائی جائیں۔ لیکن اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس قرابت اور رشتہ داری کی حد بندی کہاں تک کی جائے اور اس کا دائرہ اثر کہاں تک جا کر ختم کیا جائے، جو نفقہ کے وجوب کا سبب بنتا ہے۔

اس بارے میں فقہاء کی حد بندی کے تین دائرے ہیں:

۱۔ بعض نے قرابت کے دائرے کو بہت محدود رکھا ہے

۲۔ بعض نے اس میں متوسط راستہ بتایا ہے۔

۳۔ جبکہ بعض نے قرابت کے دائرے کو بہت وسعت دی ہے۔

ذیل میں اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء اور ان کے دلائل اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کئے جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ راجح قول اور اس کی وجہ ترجیح بھی ذکر کی جائے گی۔

۱۔مالکیہ کی رائے

پہلا قول: مالکی فقہاء کا ہے۔ان حضرات کا مذہب یہ ہے کہ نفقہ واجب ہے صرف والدین، انکے حقیقی بیٹوں اور حقیقی بیٹیوں پر، اسی طرح بیٹے پر واجب ہے کہ وہ اپنے والد کی بیوی پر خرچ کرے یعنی اس کو نفقہ دے، چاہے وہ اس کی ماں ہو یا اجنبیہ یعنی سوتیلی ماں۔(4)

انہوں نے اپنے مذہب کی تائید میں کچھ آیات اور احادیث سے استدلال کیا ہے، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (5)

”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو“۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (6)

”ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے،

پھر میں تم کو بتادوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو"۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۷)

"تم میں سے جو لوگ مر جائیں، اُن کے پیچھے اگر اُن کی بیویاں زندہ ہوں، تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے، دس دن روکے رکھیں پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے، تو انہیں اختیار ہے، اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے جو چاہیں، کریں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے"۔

اسی طرح آپ ﷺ کی احادیث بھی ان کا مستدل ہیں، مثلاً:

ا۔آپ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا:

انت و مالك لابيك۔(۸)

"کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے"۔

۲۔ ہند بنتِ عتبہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ ابو سفیان گھٹی ہوئی طبیعت کا مالک ہے، وہ مجھے اتنا خرچہ بھی نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے، الّا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں۔

آپ ﷺ نے اسے فرمایا:(9)

آپ دستور کے مطابق اس میں سے اتنا لے لیا کریں جو تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو جائے۔

ان حضراتِ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نفقہ صرف والدین اور ان کی حقیقی اولاد پر واجب ہوتا ہے۔ شریعت نے جو حکم جہاں تک دیا ہے۔ ہم وہیں تک محدود رکھیں گے۔اس پر کسی کو قیاس نہیں کریں گے۔

۲۔شافعیہ کی رائے

دوسرا مذہب فقہاء شافعیہ کا ہے۔ان حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ قرابت اور رشتہ داری جس کی وجہ سے نفقہ واجب ہوتا ہے، وہ صرف ولادت تک محدود ہے، یعنی آدمی کے اپنے اصول، باپ، دادا، پردادا وغیرہ۔

یا فروع: بیٹا، پوتا، پڑپوتا، وغیرہ

لہذا اصول پر اپنے فروع کا نفقہ اور فروع پر اپنے اصول کا نفقہ واجب ہے۔

ان کے ساتھ دوسرے کسی رشتہ داروں کو شامل نہیں کیا جائے گا، جیسے بہن، بھائی، چچے، ماموں، پھوپھی، خالہ وغیرہ۔(10)

ان کے دلائل وہی ہیں جو اوپر بیان ہو چکے ہیں، البتہ ان کا استدلال کچھ مزید احادیث سے بھی ہے، مثلاً

ا۔آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پاکیزہ رزق وہ ہے جو تم خود اپنی کمائی میں سے کھاتے ہو، تمہاری اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے۔(11)

۲۔ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

صدقہ (کیا) کرو۔ تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول: میرے پاس کچھ دینار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: آپ انہیں اپنے اوپر خرچ کریں۔

اس نے کہا: میرے پاس اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر آپ اپنی بیوی پر خرچ کر۔

اس نے کہا: میرے پاس اور بھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اپنی اولاد پر خرچ کر۔

اس نے کہا: میرے پاس اور بھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اپنے خادم پر خرچ کر۔

اس نے کہا: میرے پاس اور بھی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر آپ خود ہی بہتر جانتے ہیں کہ انہیں مزید کہاں خرچ کیا جائے۔(12)

باقی رہا اپنے دادوں اور دادیوں پر نفقہ کا وجوب؟

تو عربی میں والدین کا لفظ جس طرح اپنے حقیقی والدین کے لیے بولا جاتا ہے اسی طرح دادوں، دادیوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

دلیل اللہ تعالیٰ کے اُس قول میں ہے:

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ (13)

"اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارا باپ کہا، حالانکہ وہ دادے ہیں، وجہ یہ ہے کہ دادا باپ کے اور دادی ماں کے حکم میں ہے ولادت کے احکام اور ایک دوسرے کے بارے میں گواہی کے رد ہونے میں۔

اسی طرح پوتوں پڑپوتوں پر نفقہ اسلیے واجب ہے کہ ولد (بیٹا) عربی میں جس طرح بیٹے کے لیے بولا جاتا ہے اسی طرح پوتے، پڑپوتے وغیرہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ (14)

"آدمؑ کے بچو"۔

ان فقہاء کی رائے یہ ہے کہ شریعت میں والدین اور ان کی اولاد کے بارے میں احکام وارد ہیں۔ لہذا ان کے ساتھ کسی اور کو نفقہ کے وجوب

میں شامل نہیں کیا جائے گا۔([15])

۳۔فقہاءِاحناف کی رائے

تیسری رائے فقہاءِاحناف ؒکی ہے۔ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ نفقہ اصول، فروع اور اُن کے قریبی رشتہ داروں پر واجب ہوگا جو محرم ہوں۔اس کے علاوہ وہ رشتہ دار جو قریبی تو ہیں لیکن محرم نہیں ان پر واجب نہیں ہوگا۔

ان حضرات کے نزدیک والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر جو محرم رشتہ دار ہیں جیسے، بھائی، بہنیں، چچے، پھوپھیاں، ماموں خالائیں ان پر جو نفقہ واجب ہوگا یہ میراث کی ترتیب کے اعتبار سے واجب ہوگا([16])

دلائل:

یہ حضرات بھی اصول وفروع پر نفقہ کے واجب ہونے میں انہیں دلائل سے استدلال کرتے ہیں جن سے پہلے اور دوسرے مذہب کے فقہاء نے کیا ہے۔علاوہ ازیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رشتہ داروں میں صلہ رحمی کرنا فرض اور قطع رحمی بالاجماع حرام ہے، اور چونکہ ان پر خرچ کرنا بھی صلہ رحمی کے قبیل سے ہے، اس لئے نفقہ واجب ہوگا، خرچ کرنے کی طاقت اور دوسری طرف ضرورت مند کی ضرورت کے باوجود خرچ نہ کرنا قطع رحمی کا باعث ہوگا جو حرام ہے۔([17])

البتہ قریبی محرم رشتہ دار پر نفقہ کے وجوب میں ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ

اس آیت میں دو لفظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

ا۔الوارث ۲۔ذلک

ذلک: اسم اشارہ بعید ہے یعنی کسی دور کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے، لہذا اس آیت میں اس کا اشارہ آیت کے شروع میں ذکر کردہ جملہ "وعلی المودلہ رزقھن وکسوتھن"، کی طرف ہے۔اس لیے یہ آیت وارث پر نفقہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

الوارث: وارث سے مراد یہاں وہ قریبی رشتہ ہے جو محرم ہو۔ مطلق وارث مراد نہیں، دو وجہ سے

پہلی یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓکی قرأت اس طرح ہے۔

وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلك۔ ([18])

تو یہاں وارث کی تعیین ذی الرحم المحرم سے کی ہے، معلوم ہوا یہاں وارث سے قریبی محرم مراد ہے۔

اور اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ انہوں نے یہ قرأت خود حضور ﷺ سے سنی ہوگی۔لہٰذا مطلق نص کو اس سے مقید کیا جائے گا۔

دوسری یہ کہ قرابت (رشتہ داری) کی دو قسمیں ہیں، ا۔قریبہ ۲۔بعیدہ

لہذا قریبہ میں قریبی محرم رشتہ دار مراد ہوں گے۔

اور بعیدہ سے ان کے علاوہ دیگر رشتہ دار مراد ہوں گے۔

لہذا نفقہ بھی صرف قریبی محرم پر واجب ہوگا، نا کہ دور کے رشتہ دار پر۔

یہاں قریبی رشتہ داری سے وہ محرمیت مراد ہے، جس سے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص ایسے کسی رشتہ دار کا مالک بن جائے تو مالک بنتے ہی وہ مملوک خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔

اس طرح اگر کوئی ایسا رشتہ دار اپنے محرم رشتہ دار کی چوری کر لے تو اس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔([19])

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ نفقہ اپنے چچازاد بھائی پر واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ (کسی صورت میں) وارث بن رہا ہو، اس لیے کہ وہ رشتہ دار تو ہے، لیکن محرم نہیں ہے۔

مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص فقیر اور تنگدست ہے، اس کے رشتہ داروں میں ماموں بھی ہے اور چچازاد بھائی بھی (جو کہ خوشحال ہیں) تو اس فقیر کا نفقہ ماموں پر واجب ہوگا، اُس کے چچازاد بھائی پر واجب نہیں ہوگا، باوجود اس کے کہ وہ فقیر اس حالت میں مر جائے کہ اس کے پاس رقم ہو تو اس کا وارث اس کا چچازاد بھائی ہوگا اس خاص صورت میں نا کہ اُس کا ماموں۔

۴۔ فقہاء حنابلہ کی رائے

ان حضراتِ فقہاء کی رائے میں وہ قرابت جو نفقہ کے وجوب کا سبب بنتی ہے اس اصول پر مبنی ہے کہ اگر قریبی مالدار رشتہ دار اپنے محتاج اور ضرورت مند رشتہ دار کا، اس کے مال چھوڑ کر مرنے کی صورت میں وارث بنتا ہو، تو اس صورت میں مالدار پر نفقہ دینا واجب ہوگا۔

ان حضرات کے نزدیک نفقہ کے وجوب کا مدار وراثت ہے، پس جو شخص کسی کا وارث بن سکتا ہے یا اُس کا کوئی شخص وارث بن سکتا ہو تو چاہے وہ محرم ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں مالدار رشتہ دار پر اس کے غریب رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوگا۔([20])

دلائل

والدین اور اولاد پر نفقہ کے وجوب میں ان حضرات کے دلائل بھی وہی ہیں جو سابقہ مذاہب کے فقہاء کے اقوال میں ذکر کئے گئے ہیں۔

مزید یہ کہ اس بات پر اجماع ہے کہ غریب والدین کا نفقہ جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو ان کی اولاد کے مال میں واجب ہے، اسی طرح یہ بات بھی بالاجماع ثابت ہے کہ آدمی پر اُسکی چھوٹی اولاد کا نفقہ واجب ہے جن کا اپنا کوئی مال نہ ہو۔([21])

دوسرا یہ کہ انسان کی اولاد اس کا جزء ہے، تو جس طرح انسان پر اپنی ذات کا خرچ کرنا ثابت ہے اسی طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد جو کہ اس کا جزء ہے اس پر خرچ کرے۔

جبکہ وارث پر نفقہ کے واجب کرنے میں ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا

تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (22)

توجب اللہ تعالیٰ نے وارث کے ذمہ شیر خوار بچہ کے دودھ کی اجرت کو واجب قرار دیا ہے تو اس وارث پر اس بچہ کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔

نفقہ کے وجوب میں ان کا استدلال آپ ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہے:

”کہ ایک شخص نے پوچھا میں کس کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کا معاملہ کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن، اپنے بھائی اور اپنے ماتحت غلام کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنا ایسا حق ہے جو واجب ہے۔(23)

دوسری بات یہ کہ یہ ایسی قرابت اور رشتہ داری ہے جو وراثت کا تقاضا کرتی ہے جو یعنی آدمی اس کی وجہ سے وارث بنتا ہے، لہذا اولاد کی قرابت کی طرح یہاں بھی نفقہ دینا واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ان فقہاء کے ہاں وراثت ہی معتبر اور معیار ہے نفقہ کے واجب کرنے میں خواہ وہ وارث ذوی الفروض (وہ ورثاء جن کے حصے شریعت نے خود مقرر کئے ہیں) میں سے ہو یا عصبات میں سے (عصبات وہ رشتہ دار جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو باقی مال بچ جائے، لیتے ہیں)۔(24)

جبکہ وہ رشتہ دار جو نہ تو ذوی الفروض ہونے کی بنا پر وارث ہیں اور نہ عصبہ ہونے کی وجہ سے وارث بنتے ہوں تو ایسے رشتہ داروں کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات صراناً کہی ہے کہ اگر وہ شجرۂ نسب میں شمار نہ ہوتے ہوں تو ایسی صورت میں تو نہ ان پر کسی کا نفقہ ہوگا اور نہ ان کے لیے کسی پر نفقہ واجب ہوگا۔ جیسے، خالہ اور پھوپھی کہ ان پر نفقہ نہیں ہوگا۔

علامہ قاضی نے کہا کہ ان کے لیے جب وہ محتاج ہوں نفقہ واجب نہیں ہوگا، اس بارے میں ایک ہی روایت ہے، کیوں کہ اُن کے لیے نفقہ واجب ہونے کے لیے کوئی نص نہیں ہے اور ان کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ ان کی قرابت کمزور ہے(25)

اس سے اس بات کا جواب نکل آتا ہے کہ اگر یہ مالدار ہوں اور دوسرا کوئی رشتہ دار غریب ہو تو اس صورت میں ان پر اُس غریب کا نفقہ واجب ہوگا کیونکہ کسی صورت میں یہ بھی وارث بنتے ہیں۔

ایک جماعت سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ نفقہ ہر وارث کے لیے واجب ہوگا

اسی کو شیخ تقی الدین رحمہ اللہ نے پسندیدہ قرار دیا۔

کیونکہ ذوی الارحام میں میراث کے عام ہونے کی طرح صلہ رحمی بھی ہر ایک کے لیے عام ہے، لہذا ہر وارث کے لیے نفقہ کا وجوب زیادہ اولی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی قول کی تائید کرتے ہوئے کہا، ذوی الاوحام پر نفقہ کا وجوب ہی دلیل کے اعتبار سے صحیح ہے۔ایک تو امام احمد بن حنبل کے اصول اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ دوسرے نصوص، قواعدِ شریعہ اور صلہ رحمی بھی اسی کی متقاضی ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا اور ہر قطع رحمی کرنے والے پر جنت کو حرام قرار دیا۔

پس آدمی نفقہ کا حقدار ہو گا، دو وجہ سے:

۱۔اللہ کی کتاب میں ذکر کردہ میراث کے احکام کی وجہ سے

۲۔اس صلہ رحمی کی وجہ سے جس کی سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ترغیب آئی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت آئی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس یتیم کا ولی اور سرپرست آیا، تو آپ نے اُس سے فرمایا: تم اس یتیم پر خرچ کرو، پھر آپ نے فرمایا: اگر میں اس بچہ کے خاندان میں سے انتہائی دور کے رشتہ دار کے علاوہ کسی کو نہ پاتا تو اُسی پر اس بچہ کا نفقہ واجب قرار دیتا(26)

اسی طرح ایک فیصلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی کیا اور کہا:

جب کسی کا چچا اور ماں کے علاوہ کوئی نہ ہو، تو چچا اور ماں میں سے ہر ایک پر ان کی میراث کے حصہ کی بقدر نفقہ واجب ہو گا۔(27)

اور یقیناً صحابہ میں سے کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی اور جمہور سلف کا بھی یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (28)

و بالوالدین احساناً وبذی القربیٰ اور رشتہ دار کا حق ادا کرو بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ دار کے لیے عطیہ کو واجب قرار دیا، اور ہر ایک رشتہ دار کا نام لے کر تصریح فرمائی کہ اپنی بہن، بھائی، پھر قریب تر جو رشتہ دار ہو اس کے ساتھ احسان کرو، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اپنے ماتحت غلام کے ساتھ بھی حسن سلوک اور صلہ رحمی واجب ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہ قطع رحمی نہیں ہے تو پتہ نہیں وہ کونسی قطع رحمی ہے جو حرام ہے، اور وہ کونسی صلہ رحمی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور جو اسے توڑے اس پر جنت کو حرام کر دیا؟

۲۔دوسرا یہ کہ وہ صلہ رحمی ہے جو واجب ہے نصوص نے جس کی ترغیب دی اور اس کے واجب کرنے میں مبالغہ سے کام لیا۔اور اس کے قطع کرنے والے کی مذمّت کی، تو یہ صلہ رحمی ایک اجنبی کے حق سے کتنا زیادہ ہو گی کہ اذھان جسے قبول کرلیں، زبانیں جسے بیان کریں اور اعضاء جس پر عمل کریں۔

کیا وہ صلہ رحمی صرف یہی ہے کہ جب اس سے ملاقات کریں تو سلام کریں، جب بیمار ہو تو عیادت کریں، جب اسے چھینک آئے تو اس کا جواب دیں، جب وہ دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کریں؟ اس صورت میں تو تم رشتہ دار کے لیے صرف وہی حقوق تسلیم کر رہے ہیں جو ایک

اجنبی کے لیے بھی ہیں۔

الترجیح

جو شخص بھی علامہ ابن القیم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مذکورہ کلام کو دیکھے گا تو وہ سمجھے گا کہ یہی مذہب ہی حق ہے۔

کیونکہ اس طرح امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب جمع ہو جاتا ہے جو اصول اور فروع کے علاوہ وارث پر نفقہ کو واجب قرار دیتا ہے۔ اور ساتھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بھی جمع ہو جاتا ہے جو محرم رشتہ دار پر نفقہ کو واجب قرار دیتا ہے، اگر وہ وارث نہ ہو۔ اس طرح یہ قول اس مسئلہ میں سب سے زیادہ وسعت والا اور زیادہ آسانی والا قول ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ نفقہ تین طرح کے رشتہ داروں پر واجب ہے، جب ان کے دوسرے رشتہ دار محتاج ہوں، اسی طرح اگر یہ محتاج ہوں تو ان کا نفقہ دوسروں پر واجب ہوگا:

۱۔ اصول وفرع

۲۔ محرم رشتہ دار، اصول وفروع کے علاوہ

۳۔ وہ غیر محرم رشتہ دار جو بعض اوقات وارث بنتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر قریبی رشتہ دار کی تعیین و تحدید کرنا بھی ہمارے لیے ممکن ہو گیا ہے کہ وہ کون رشتہ دار ہیں جن کا نفقہ واجب ہے۔ تو مذکورہ تفصیل کے بعد قریبی رشتہ دار کی جو تعیین ہوئی وہ یہ ہے:

ہر وہ شخص جس کا تعلق انسان کے ساتھ نسبی ہو اور وہ اس کا وارث بھی وہ، چاہے وہ اس کے اصول میں سے ہو یا فروع میں سے۔

خواہ وارث اس اعتبار سے ہو کہ وہ ذوی الفروض میں شامل ہو، یا عصبات میں یا ان کے علاوہ ذوی الارحام میں، ان سب صورتوں میں وہ انسان کا قریبی شمار ہوگا، اور بوقتِ ضرورت اس کا نفقہ واجب ہوگا۔

قریبی رشتہ دار پر وجوب نفقہ کی شرائط

قریبی رشتہ دار پر نفقہ کے واجب ہونے کی کچھ شرائط ہیں، ان میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ نفقہ دینے والا اپنے اس رشتہ دار کا وارث ہو، جس کو نفقہ دیا جا رہا ہے۔[29]

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ[30]

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس کو نفقہ دیا جا رہا ہو وہ حقیقتاً ضرورت مند اور محتاج ہو، اگر وہ اپنے مال یا کمانے کی صلاحیت کی وجہ سے غنی ہو تو نفقہ دینا واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ نفقہ کا وجوب بطور ہمدردی ہے، تو جو شخص مالدار ہے وہ اس کا مستحق نہیں ہے، جیسا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کمانے کی طاقت تو رکھتا ہے لیکن ہنر مند نہیں، کیا وہ بھی مستحق شمار ہو گا؟

امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔

۱۔اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہو گا، کیونکہ وہ کما سکتا ہے، لہذا وہ پیشہ ور کے مشابہ ہو گا(31)

۲۔اس کے لیے بھی نفقہ واجب ہو گا، کیونکہ اس کے پاس نہ تو مال اور نہ ہنر، لہذا وہ معذور کے مشابہ ہے۔

لہذا جو شخص کمانے کی طاقت رکھتا ہے اور اور اس کے پاس کمانے کے لیے اسباب و وسائل بھی مہیا ہیں، اس کے باوجود نہ تو وہ کمائی کی تلاش میں جاتا ہے اور نہ ہی اس کی کوشش کرتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہو گا، کیونکہ ایسے شخص کو دینے کی صورت میں، اسکی سستی، بیکاری اور مانگنے پر معاونت ہو گی، جبکہ اسلام اپنے ماننے والوں کے بارے میں یہ چیزیں پسند نہیں کرتا۔

لیکن وہ جو شخص جو کمانے کی قوت رکھتا ہے لیکن اسکی کوشش اور طلب کے باوجود کوئی کام ہاتھ نہیں لگ رہا، تو ایسا شخص معذور کے حکم میں ہے، لہذا اسے نفقہ دیا جائے گا جب تک وہ کوئی کام تلاش نہیں کر لیتا جو اُسے نفقہ لینے سے مستغنی کر دے۔

۳۔ تیسری شرط نفقہ کے وجوب کی یہ ہے، نفقہ دینے والا مال دار اور صاحب استطاعت ہو، مطلب یہ ہے کہ جو آدمی نفقہ دے گا، اس کے پاس اتنا زائد مال ہو جو اس کی اپنی بیوی اور اسکے خادم کے نفقہ سے زائد ہو۔

اور یہ نفقہ اس کے مال یا اسکی کمائی یا اسکی اجرت جسکا وہ مالک ہے، میں سے دیا جائے، اس کی اصل پونجی (سرمایہ) جس چیز کا وہ مالک ہے اس کی قیمت یا اُس کے کام کے آلات میں سے نفقہ نہیں دیا جائے گا۔

آپ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے:

کہ پہلے اپنی ذات سے ابتداء کر کے اس پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ زائد ہو تو تیرے گھر والوں کے لیے ہے، اگر گھر والوں کو دینے کے بعد بھی کچھ بچ رہے تو وہ تیرے رشتہ داروں کے لیے ہے،(32)

کیونکہ قریبی رشتہ دار کو نفقہ دینا از روئے ہمدردی کے ہے، لہذا ضروری ہے کہ اُس کے پاس اتنا مال ہو، جو اسکی ضروریات اصلیہ سے زائد ہو۔

لہذا اُس کا اپنی ذات پر خرچ کرنا اور اپنی بیوی پر خرچ کرنا، اور اپنے خادم پر خرچ کرنا جس کی اسے ضرورت ہے، یہ سب ضروریات اصلیہ میں شامل ہیں۔(33)

۴۔ وجوب نفقہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ نفقہ دینے والے اور لینے والے کا دین ایک ہو، لہذا اس شخص پر خرچ کرنا واجب نہیں ہو گا جو خرچ کرنے والے کے دین وملت پر نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں نہ تو ان دونوں کا کوئی تعلق ہے اور نہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث ہو گا، جبکہ نفقہ کے وجوب کے لیے وراثت شرط ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ نفقہ صرف ہمدردی اور صلہ کے طور پر واجب ہوتا ہے۔ لہذا دین میں اختلاف کے ہوتے ہوئے نفقہ واجب نہیں ہو گا جیسے زکوٰۃ کا دینا جائز نہیں۔(34)

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ نفقہ کا عدم وجوب اُس غیر مسلم کے بارے میں ہے، جس سے رشتہ داری ولادت (اولاد) کی نہ ہو۔

اگر ان کے مابین تعلق اولاد یا ماں باپ کا ہے تو اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کی دو روایتیں ہیں (35)

۱۔ان کے درمیان دین کے مختلف ہونے کی وجہ سے نفقہ واجب نہیں ہوگا، جیسے پہلے گذر چکا

۲۔اختلاف دین کے باوجود نفقہ واجب ہوگا، یہی قول، احناف (36)، مالکیہ (37) اور شوافع (38) کا ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو نفقہ کے وجوب میں دلائل کے عام ہونے کے ساتھ اس کے متعلق جو نصوص آئی ہیں وہ بھی مطلق ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ باپ اور اولاد کے درمیان جو تعلق ہے وہ اس قدر گہرا اور قریبی ہے کہ گویا یکجاں دو قالب ہیں، تو جس طرح خود آدمی کا کفر، اُسے اپنی ذات پر خرچ کرنے سے نہیں روکتا، اُسی طرح سے اپنے باپ یا اولاد پر خرچ کرنے سے بھی نہیں روکے گا، یعنی شرعاً ممنوع نہیں ہوگا۔ اُس کی اپنی بیوی اور باندی پر قیاس کرتے ہوئے۔ تیسرا یہ کہ والدین اور اولاد کا تعلق ایسا ہے اگر کوئی ان میں سے دوسرے کا مالک بن جائے تو مالک بنتے ہی خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔ لہذا اتنے گہرے تعلق کے ہوتے ہوئے دین میں اختلاف کے باوجود اُن کا نفقہ واجب ہوگا، جیسے اگر وہ دین میں متفق ہوتے تو نفقہ واجب ہوتا، ایسے ہی یہاں ہوگا۔

یہی قول ہی اپنی قوتِ ادلہ کی وجہ سے زیادہ راجح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو کافر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اس سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَـكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ (39)

یہ حکم والدین کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں، یہی بات اسلام کی تکریم انسانیت اور شریعت کی چشم پوشی کے موافق ہے۔

اسلام نے معاشرہ کے تمام افراد کے مابین یکجہتی اور باہمی تعاون کے فروغ کو لازم قرار دیا ہے خاص طور پر ایک خاندان کے لوگوں کے مابین کیونکہ ان میں رشتہ داری اور قرابت ہوتی ہے جس سے ان کے باہمی تعلقات بہت مضبوط ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا تعاون، ہمدردی، محبت اور شفقت کے حقیقی جذبات ہوتے ہیں، یہ ایک فطری بات ہے۔ اسلام نے اسی فطری بات کو شریعت کا حصہ بنا دیا کیونکہ اسلام عین فطرت انسانی ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ (40)

نیز ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِيۡتَآىِٔ ذِى الۡقُرۡبٰى (41)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہر خیر کے اتباع اور ہر شر سے اجتناب کے بارے میں یہ جامع ترین آیت ہے۔ (42)

مذکورہ آیت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں "ایتاء ذی القربیٰ" رشتے داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور "البغی" یعنی ٹال مٹول اور لوگوں پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ جبکہ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ قطع رحمی کی جائے، اقارب سے ناطے توڑے جائیں، ان سے اجنبی بن کر رہیں، ان کے غموں اور خوشیوں میں ہمدردی اور مواساۃ سے دور رہیں۔ ضرورت مند رشتہ دار کی مدد نہ کی جائے اور

کمزوروں کی کفالت اور پشت پناہی سے منہ پھیر لیا جائے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قطع رحمی اور بَغْی (ٹال مٹول اور زیادتی) دونوں کے بارے ایک ساتھ وعید ارشاد فرمائی۔آپ ﷺ نے فرمایا ''قطع رحمی اور بغی کے علاوہ کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں کہ اس کی سزا دنیا میں ہی دے دی جائے آخرت کی سزا کے باوجود(43)

اسلام کے نظام نفقات میں غور کرنے والے کے سامنے یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ اسلام کا یہ نظام کتنا شاندار اور بلند مرتبہ ہے اور اس کے مقاصد ضروریات کا پورا کرنا اور مصالح کا حصول ہے اور اسلام کس طرح خاندانی نظام کا تحفظ اور خاندان کے افراد کو باہمی متحد و مضبوط کرتا ہے۔ نیز صلہ رحمی، ہمدردی، باہمی محبت کے جذبات پر مبنی حقوق و فرائض کس طرح مقرر کرتا ہے۔ان سب اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ ایک خاندان کے افراد باہمی تعاون اور ایک دوسرے کو تھام کر رہیں تا کہ اسلامی معاشرہ کے افراد مفید اور صالح ہوں، مایوس اور محروم نہ ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

انَّ الأَشْعَرِيينَ إذا أَرْمَلُوا في الغزو أَوْقَلَّ طعام عيالهم بالمدينة جمعوا مَا كَانَ عندَهُم في ثَوبٍ واحدٍ ثُمَّ اقسموه بينهم في اناءٍ واحد في السوية..

اشعری حضرات کا جب کسی غزوہ میں زاد سفر ختم ہو جائے یا مدینہ میں رہتے ہوئے ان کے خاندان کا کھانا کم پڑ جائے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ سب ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر آپس میں برابر برابر سب میں تقسیم کر دیتے ہیں۔(44)

تمام خاندانوں میں عام طور پر تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں کچھ اغنیاء و مالدار ہوتے ہیں، کچھ متوسط الحال اور کچھ غریب ہوتے ہیں جن کے پاس یا تو بالکل کچھ نہیں ہوتا یا پھر بہت تھوڑا ہوتا ہے۔لہذا ان تینوں طبقات میں تفاوت کم سے کم کرنے کے لیے، باہمی اتحاد، ہمدردی، ایثار، ایک دوسرے کی پشت پناہی، اور باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لیے خاندانی سطح کا ایک مشترکہ بکس ہونا چاہیے جس کا نام ''فیملی بکس ہو'' اپنی اپنی آمدنی کے مطابق سب لوگ ماہانہ اس میں شریک ہوں، اور اس صندوق کی نگرانی اور انتظامات کسی امانتدار اور بااعتماد شخص کے سپرد کرنی چاہیے جو اس کا نظام مکمل احتیاط کے ساتھ منظم انداز میں چلائے، اور اس کی پیداوار سے خاندان کے غریب، معذور، مریض، مقروض یتیم اور ضرورت مند افراد کی ضروریات پوری کی جائیں اور پھر یہ بکس قبیلے، محلے شہر، ملک اور بین الاقوامی سطح کے بکسوں کی بنیاد بن جائے گا۔

حوالہ جات و حواشی

[1] ۔ الخرشي، ابو عبداللہ محمد، شرح مختصر خلیل، طبعۃ مصورۃ عن طبعۃ بولاق، ۱۳۱۸ھ، دار صادر، بیروت، ۱۸۳/۳

[2] ۔ البقرۃ، ۲:۲۱۹

[3] ۔ الشعراء، ۲۶:۲۱۴

[4] ۔ الامام مالک بن انس الاصبحي، المدونۃ الکبری، روایۃ الامام سحنون بن سعید التنوخي، عن الامام عبدالرحمن بن قاسم، نشر دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸م،

۲۵۱/۲

5۔ بنی اسرائیل،۱۷:۲۳

6۔ العنکبوت،۲۹:۸

7۔ البقرۃ،۲:۲۳۴

8۔ ابن ماجہ،السنن،ابواب التجارات،باب ماللرجل من مال ولدہ،۲/۴۴

9۔ البخاری،الجامع الصحیح،کتاب النفقات،باب اِذالم ینفق الرجل فللمرأۃ،۶/۱۹۳

10۔ ابن بطال،محمد بن احمد بن بطال الرکبی،النظم المستعذب في شرح غریب المھذب،بھامش (المھذب للشیرازي)،نشر دار المعرفة،بیروت،ط/الثانیة۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۵۹م،۲/۱۶۶

11۔ ابن ماجہ،السنن،ابواب التجارات،باب ماللرجل من مال ولدہ،۲/۴۳

12۔ ابوداؤد،السنن،کتاب الزکاۃ،باب فی صلۃ الرحم،۲/۱۳۲

13۔ الحج،۲۲:۷۸

14۔ یٰسین،۳۶:۶۰

15۔ الشیرازی،المھذب،۲/۱۶۷

16۔ السرخسي،ابو بکر محمد بن ابي سھل السرخسي،المبسوط،نشر دار المعرفة،بیروت،ط/الثالثة،۱۳۹۸ھ،۱۹۷۸م،۵/۲۲۳

17۔ الکاسانی،البدائع الصنائع،ص ۴،۳۱

18۔ الخصاف،ابو بکر احمد بن عمر الشیباني ت ۲۶۱ھ،النفقات مع شرحہ للصدر حسام الدین البخاري،نشر دار الکتاب العربي،بیروت،ط/الاولی،۱۴۰۴ھ،۱۹۸۴م، تحقیق،ابوالوفاء الافغاني،ص ۱۴

19۔ الکاسانی،البدائع الصنائع،۴/۳۱

20۔ ابن قدامہ،المغنی،۷/۵۸۲

21۔ ابن قدامہ،المغنی،۷/۵۸۳

22۔ البقرۃ،۲:۲۳۳

23۔ ابوداؤد،السنن،کتاب الادب،باب فی برالوالدین،۴/۳۳۶

24۔ المرداوي،علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان،ت ۸۸۵ھ،الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف علی مذھب الامام المبجل احمد بن حنبل،تحقیق،محمد حامد الفقي،ط/الاولی،۱۳۷۴ھ،۱۹۵۵م،۹/۳۹۳

25۔ ابن قدامة،ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامة،الکافي في فقه الامام المبجل احمد بن حنبل،نشر المکتب الاسلامی،دمشق،بیروت،تحقیق،زھیر الشاویش، ط/الثانیة،۱۳۹۹ھ،۱۹۷۹م،۳/۳۷۴

26 ۔ ابن ابي شيبة، الحافظ عبد الله بن محمد بن ابي شيبة، ت ۲۳۵ھ، المصنف في الاحاديث والاثار تحقيق، عبد الخالق الافغاني، نشر الدار السلفية، الهند، ط/الثانية ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹م، ۲۴۵/۵

27 ۔ ایضاً، ص ۲۴۷

28 ۔ بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۶

29 ۔ ابن قدامہ، المغنی، ۷/ ۵۸۴

30 ۔ البقرۃ، ۲: ۲۳۳

31 ۔ ابن قدامہ، الکافی، ۳/ ۳۷۵

32 ۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب ابتداء باالنفس

33 ۔ ابن قدامہ، الکافی، ۳/ ۳۷۵

34 ۔ ابن قدامہ، الکافی، ۳/ ۳۷۵

35 ۔ ابن قدامہ، الکافی، ۳/ ۳۷۵

36 ۔ الموصلی، عبد اللہ بن محمود بن مودودت ۶۸۳ھ، الاختیار لتعلیل المختار، نشر المکتبۃ الاسلامیۃ، استانبول، ترکیا، تعلیق، محمد ابو رقیۃ ط/الثانیۃ، ۱۳۷۰ھ، ۱۹۵۱م، ۱۱/۷،

37 ۔ الدسوقي، شمس الدين محمد عرفہ، حاشیۃ الدسوقي على الشرح الكبير الابي البركات سيدي احمد الدردير، نشر دار الفكر، ۲/ ۵۲۲

38 ۔ الشربيني، محمد الخطيب، مغني المحتاج الى معرفة معاني الفاظ المنهاج، نشر دار الفكر، بيروت، لبنان، ۳/ ۴۴۷

39 ۔ لقمان، ۳۱: ۱۵

40 ۔ الانفال، ۸: ۷۵

41 ۔ النحل، ۱۶: ۹۰

42 ۔ القرطبیؒ، الجامع الاحکام القرآن، ۱۰/ ۱۶۵

43 ۔ الامام احمد، المسند، اباب الزہد، باب البغی، ۲/ ۵۵

44 ۔ الامام بخاری، الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب شرکۃ الطعام، ۳/ ۱۱۰

References

1. Al Kharshi, Abu Abdullah Muhammad, Sharh Mukhtasir Khalil, Tabait Musawir Un Tabait Bulaque, 1318 Hijri, Darul Sadir, Beirut, 183/3.
2. Al-Baqarah, 219:2.
3. Al-Shura, 214:26.
4. Imam Malik Bin Anus Ala Sabehi, Al Madonat ul Kubra, Riwarat Imam Sahnon bin Saeed al Tanookhi, Un Imam Abdul Rehman bin Qiam, Nashir Darul Fikar, Beirut, 1398 Hijri, 1978, 251/2.
5. Bani Israil, 23:17.
6. Al-Unkaboot, 8:29.
7. Al-Baqarah, 234:2.

8. Ibn e Majah, Al Sanan, Abwab al Tijarat, Bab Ma Lirajal Man Maal Waldh, 44/2.
9. Al Bukhari, Al Jamia al Sahihe, Kitab al Nafqat, Bab Aza Lum al Rijal fal Lamriat, 193/6.
10. Ibn Batal, Muhammad bin Ahmed bin Batal al Rakabi, Al Nazam al Mustaizib fi Sarh Gharib al Muhazib, Bihamish (al Muhazib Al-Shirazi), Nashar Darul Muarifat, Beirut, Al-Saniya/T, 1379 Hijri, 1959, 166/2.
11. Ibn e Majah, Al Sanan, Abwab al Tijarat, Bab Ma Lirajal Man Maal Waldh, 43/2.
12. Abu Daoud, Al Sanan, Kitab al Zakat, Bab fi Silat al Riham, 132/2.
13. Al-Hajj, 78:22.
14. Al-Yaseen, 60:36.
15. Al Shirazi, al Muhazib, 167/2.
16. Al-Surkhi, Abu Bakar Muhammad bin Abi Sahal al Surkhi, Al-Mubsoot, Nashar Darul Muarifat, Beirut, Al-Salasah/T, 1398 Hijri, 1978, 223/5.
17. Al-Kasani, Al Badayah Al Sanayah, p. 4, 31.
18. Al-Khasaf, Abu Bakar Ahmed bin Umar al Shibani, Talif 261 Hijri, Al Nafaqat Maa Sarha Lil Sadar Hussamuddin al Bukhari, Nashar Darul Kitab al Arabi, Beirut, Al-Awal/T, 1404 Hijri, 1984, Tahqeeq Abu Al-Wafa Al Afghani, p 14.
19. Al-Kasani, Al Badayah Al Sanayah, p. 4, 31.
20. Ibn Qadamah, Al Mughni, 582/7.
21. Ibn Qadamah, Al Mughni, 583/7.
22. Al-Baqarah, 233:2.
23. Abu Daoud, Al Sanan, Kitab Al Adab, Bab fi Baraul Waldeen, 236/4.
24. Al-Mardavi, Alauddin abu al Hassan Ali bin Suleman, Taleef 885 Hijgri, al Insaf fi Muarifat al Rajih mun al Khilaf ali Mazhab Imam al Mubajil Ahmed bin Humbal, Tahqeeq, Muhammad Hamid al Nafaqi, Al-Awal/T, 1384 Hijri, 1955, 374/3.
25. Ibn e Qadamah, Abu Muhammad Moufiqu Din Abdullah bin Ahmed bin Qadamah, Al-Kafi fi Fiqah Imam al Mubajil Ahmed bin Humbal, Nashar al Maktab al Islami, Damuskh, Beirut, Tahqeeq Zaheer al Shaweeq, Al Saniya/T, 1399 Hijri, 1979, 374/3.
26. Ibn e Abi Sheebah, Al Hafiz Abdullah bin Muhammad bin abi Sheeba, Taleef 235 Hijri, al Musanif fi al Hadeeth wa al Asar Tahqeeq, Abdul Khaliq al Afghani, Nashar al Darul Safinah, Al Hind, Al Saniya/T, 1399 Hijri, 1979, 245/5.
27. Ibid, p 247.
28. Bani Isarail, 26:17.
29. Ibn e Qadamah, Al Mughni, 584/7.
30. Al-Baqarah, 233:2.
31. Ibn Qadamab, Al Kafi, 375/3.
32. Muslim, Al Saheeh, Kitab Al Zakat, Bab Ibtada bin al Nufs.
33. Ibn Qadamab, Al Kafi, 375/3.
34. Ibid.
35. Ibid.
36. Al-Moosli, Abullah bin Mehmood bin Moudood, Taleef 683, Al Ikhtiyar al Taileel al Mukhtar, Nashar al Maktab al Islamiya, Istambul, Turkiya, Talqeeq Muhammad Abu Ruqaiya, Al Saniya/T, 1370 Hijri, 1951, 11/7.
37. Al Dasooqi, Shams u Din Muhammad Urfa, Hashiya al Dasooqi ali al Sarh al Kabeer ala bi al Barkat Sayadi Ahmed al Dardeed, Nashar Darul Fikar, 522/2.
38. Al-Sharbeni, Muhammad al Khateeb, Mughni al Muhtaj al Muarifat Muani Alfaz al Minhaj, Nashar Darul fikar, Beirut, Lebanon, 447/3.

39. Surah Luqman, 15:31.
40. Al-Anfal, 75:8.
41. Al-Nahal, 90:16.
42. Al Quartabi, Al Jamia al Hukam al Quran, 165/10.
43. Imam Ahmed, Al Musnad, Bab al Zahid, Bab al Baghi, 55/2.
44. Imam Bukhari, Al Saheeh, Kitab Al Shirkat, Bab Shirkat al Ta'am, 110/3.